خواجہ غریب نواز سے منسوب مشہور فارسی رباعی کا قضیہ

سید سیف الدین اصدق چشتی

ڈائرکٹر تحریک پیغام اسلام، جمشید پور

09709616766

گذشتہ دنوں ''روزنامہ فاروقی تنظیم رانچی'' میں ایک مراسلہ شائع ہوا جس میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب مشہور فارسی رباعی 'شاہ است حسین پادشاہ است حسین ☆ دین است حسین دیں پناہ است حسین' کو خواجہ غریب نواز کی رباعی ہونے سے انکار اور بالخصوص تیسرے اور چوتھے مصرعے کو تاریخ حقائق اور دین وشریعت کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مراسلہ نگار کی تحریر کا وہ ٹکڑا نظر قارئین کر دیا جائے تا کہ سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو۔

''یوں تو اس رباعی کے چاروں مصرعوں میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں لیکن تیسرے اور چوتھے مصرعوں میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ تاریخی حقائق اور قرآن وحدیث کے بالکل مخالف ہیں۔ اس لیے تیسرے اور چوتھے مصرعے کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

(۳) سر داد نہ داد دست در دست یزید (۴) حقا کہ بنائے لا الہٰ ہست حسین۔ تیسرے مصرع میں یہ بات کہی گئی ہے کہ حضرت حسین نے اپنا سر کٹا دیا لیکن اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہیں دیا (یعنی بیعت سے انکار کر دیا)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے کیوں کہ حادثہ کربلا سے متعلق تمام معتبر اور مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ کوفہ والوں کی غداری اور بے وفائی کو دیکھتے ہوئے حضرت حسین نے دشمنوں کے سامنے جو تین تجویزیں پیش کیں، ان میں آخری تجویز یہ تھی کہ آپ نے فرمایا کہ 'اما أن أضع یدی فی ید یزید '' (یعنی میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دینے کو تیار ہوں) (تاریخ طبری جلد چہارم ص: ۳۱۳) اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ حضرت حسین اپنے آخری وقت میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دینے کو تیار ہو گئے تھے۔ لیکن اس رباعی کے تیسرے مصرع میں کہا جا رہا ہے کہ حضرت حسین نے اپنا سر تو کٹا دیا لیکن اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ خواجہ معین الدین چشتی ایسی بات کیسے کہہ سکتے تھے جو تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

چوتھے مصرع میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ''بنائے لا الہٰ'' یعنی لا الہٰ الا اللہ کی بنیاد حضرت حسین ہیں۔ ''بناء'' عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں جڑ، بنیاد، آغاز، ابتدا، سبب (فیروز اللغات ص: ۱۳۰) ''لا الہٰ الا اللہ کی بنیاد حضرت حسین ہیں'' کا مطلب اگر یہ قرار دیا جائے کہ حضرت حسین ہی کے سبب سے اس کلمہ کی بنیاد پڑی تو یہ سراسر غلط ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین ہی کی وجہ سے یہ کلمہ زندہ ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ غرض کہ کسی بھی طرح سے حضرت حسین کو ''بنائے لا الہٰ'' کہنا جائز نہیں ہے، بالکل غلط ہے اور یہ اسلامی عقائد اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (فاروقی تنظیم شمارہ ۸/دسمبر ۲۰۱۲ء)''

امت مسلمہ میں انتشار کے خاتمے اور احباب کے اصرار کے پیش نظر ایک دینی خدمت گار کی حیثیت سے اس کی علمی اور شرعی پہلو کی وضاحت منصبی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔

سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب اس رباعی پر گذشتہ چند سالوں سے نئی نئی تحقیق

سامنے آتی رہی ہیں۔کسی نے مولانا معین الدین کی رباعی بتائی۔کسی نے معین الدین دردائی کی ثابت کرنے کی کوشش کی۔کسی نے اور کسی کی طرف اشارہ کیا۔بہر حال! یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے اور کسی بھی تحقیق کو حرف آخر کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔یہ رباعی گرچہ غیر مستند ہی صحیح خواجہ غریب نواز کے مطبوعہ دیوان میں،نسخوں میں،ہندوستان کی چند قدیم لائبریریوں میں اور بڑے بڑے مشاہیر صاحبان علوم وفنون کی تصانیف میں حضرت علیہ الرحمہ سے منسوب کر کے درج کی گئی ہے۔اس لیے حتمی اور قطعی طور پر یکلخت یہ کہہ دینا ہی غلط ہے کہ یہ رباعی خواجہ صاحب کی نہیں ہے۔پھر اس رباعی کی نسبت پر تو شکوک وشبہ کا اظہار ہوالیکن کسی عالم وفقیہ نے اس پر معنوی اور شرعی اعتبار سے سوالیہ نشان کبھی نہیں لگایا بلکہ ان کے استعمال نے ہی اسے شہرت دوام بخشی ہے۔رباعی کے آخری مصرع۔

''حقا کہ بنائے لاالٰہ ہست حسین'' کی پہلے بات کر لیتے ہیں۔تیسرے مصرع کی طرف بعد میں آئیں گے۔سب سے پہلے مراسلہ نگار کو سمجھنا چاہیے کہ یہ شاعری ونظم ہے اور نظم ونثر میں فرق ہوتا ہے۔شاعری کی سمجھ نہ رکھنے والوں کے لیے تو میرؔ و داغؔ اور غالبؔ واقبالؔ کے دوانین کی حیثیت سیاہ حروف کے ڈھیر سے زیادہ کی نہ ہوگی۔اشعار کے تشبیہات،استعارات،تمثیلات اور تلمیحات وغیرہ کو جو نہ سمجھ پائے اسے کسی شعر پر کلام کا حق ہی حاصل نہیں۔مراسلہ نگار کی تحریر اس بات کی غماز ہے کہ آں جناب کا شعروشاعری سے قطعی شغف نہیں ورنہ ''بنائے لاالٰہ'' کو فیروز اللغات سے سمجھنے کی کوشش نہ کرتے۔''بنائے لاالٰہ'' ایک استعارہ اور تمثیل ہے اس جانب کہ سیدنا امام حسین نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر اسلام کو جلا بخشی ہے،حیات نو دی ہے یا اسلام کو نئی تازگی عطا کی ہے۔اور یہی بات شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے بھی فرمائی ہے۔

موسیٰ وفرعون وشبیر ویزید — ایں قوت ازحیات آمد پدید
تاقیامت قطع استبداد کرد — موج او خون چمن آباد کرد
بہرحق درخاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لاالٰہ گردیدہ است
خون اوتفسیر ایں اسرار کرد — ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگ ارباب باطل خوں کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطر عنوان نجات ما نوشت
رمز قرآں از حسین آموختیم — ز آتش اوشعلہ ہا اندوختیم

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے''سر داد نہ داد دست در دست یزید ☆ حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین'' کے شعر کو اپنے سامنے رکھ کر اس کی نفیس اور خوبصورت تشریح کردی ہے۔نہ جانے اس کلام اور علامہ پر ان کا کیا فتویٰ ہے؟اور شاید مولانا محمد علی جوہر کا یہ مشہور زمانہ اور قبول خاص وعام شعر۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے ☆ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد'' بھی ان کے مخصوص خیال کی کسوٹی پر کھرا نہ ہو۔ان سب کا انکار کیا جا سکتا ہے مگر اس حدیث صحیح کے بارے میں وہ کیا فرمائیں گے؟''انّ اللہ یبعث لھذہ الأمة علی راس کل مائة سنةمن یجدد لھا دینھا (ابوداؤد شریف جلد دوم:ص ۲۴۱) ہر صدی کے ختم پر اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لیے اس کا دین تازہ کرے۔

پھر یہ کہ روزہ، نماز، حج زکوٰۃ اور کلمہ کو اسلام کی بنیاد فرمایا گیا ہے ''بنی الاسلام علیٰ خمس '' یقیناً اس بنا سے مراد ستون ہے۔ جیسا کہ نماز کے بارے میں مشہور فرمان رسول ہے ''الصلوٰۃ عماد الدین'' نماز دین کا ستون ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے اولاً کعبہ کی بنیاد رکھی، صدیوں کے بعد اس کی تعمیر نو اور نسبت محمدی کے بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بانی کعبہ کہا جاتا ہے فیروز اللغاتی دلیل سے تو یہ سب نادرست ہے۔

صاف معلوم ہوتا کہ مراسلہ نگار نے رباعی کے تیسرے مصرع ''سر داد نہ داد دست در دست یزید'' کی نفی اور یزید کی برتری اور وکالت کے لیے اتنی گھیرا بندی فرمائی ہے۔ اور شاید اس کے لیے انھوں نے پاکستان کے محمود عباسی نامی شخص کی ''خلافت معاویہ و یزید'' عتیق الرحمٰن سنبھلی کی ''واقعات کربلا ایک نئے تناظر میں'' اور اسی قبیل کی دیگر رسوائے زمانہ کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ جس کے خارجی اثرات نے آنجناب کی تحریر میں اپنا رنگ دکھایا ہے۔ تاریخی حوالوں کی کتر و بیونت بھی وہیں سے ایکسپورٹ (Export) معلوم ہوتی ہے۔ آیئے ان کی پیش کردہ تاریخ طبری کے حوالے کی پوری عبارت پر نظر کرتے ہیں:۔ اختار وامنی خصالا ثلثا : اما أن أرجع الی المکان الذی اقبلت منه، واما أن أضع یدی فی ید یزید بن معاویه فیری فیمابینی وبینه رأیه ، واما أن تسیرونی الی ای ثغر من ثغور المسلمین شئتم .(تاریخ الطبری، باب ذکر الخبر عما کان فیها من الاحداث، ج:۶، ص ۲۲۱، دارالفکر، بیروت لبنان. ۱۴۲۳ھ) یعنی امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ابن سعد) سے فرمایا: میں تین باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں ان میں سے تم جسے چاہو میرے لیے منظور کرلو۔ (۱) میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جانے دو۔ (۲) (سیدھے یزید کے پاس لے چلو) تا کہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر ہم دونوں براہ راست رائے ومشورہ سے اپنا معاملہ طے کرلیں۔ فی ید یزید بن معاویة کے آگے فیری فیما بینی وبینه رأیه ، کی عبارت چھوڑ صرف فی ید یزید سے نتیجہ نکالنا، کیا یہ ایک علمی خیانت اور خارجی الذہنیت کی دلیل نہیں ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی کے شکوک رفع نہیں ہوتے تو وہ اسی تاریخ طبری کے جلد ۶ ص: ۲۰۶ پر موجود اس مکالمے کا مطالعہ کریں:۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن سعد سے فرمایا: تین چیزوں میں سے کوئی ایک میرے لیے منظور کولو: (۱) یا تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں جانے دو (۲) یا مجھے یزید کے پاس لے چلو (۳) یا مجھے کسی سرحدی علاقے میں پہنچادو۔

ابن سعد نے آپ کے اس نرم رویے کو دیکھ کر ابن زیاد کو خط لکھا۔ پر ابن زیاد تیار نہ ہوا اور انکار کرتے ہوئے کہا: ''لاولا کرامة حتی یضع یده فی یدی'' ہرگز نہیں کوئی صلح اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کے حسین اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت نہ کرلیں۔ جب یہ بات حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے سخت لہجہ میں ارشاد فرمایا: لا، والله لا یکون ذلک أبدا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بیعت کرلوں۔

مزید تحقیق اور طمانیت قلب کے لیے تاریخ کی مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

(۱) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج:۲، ص:۳۰۴۔ حرف الحاء من اسمه الحسین، دارالفکر بیروت، لبنان ۱۴۰۴ھ

(۲) تہذیب الکمال لابن مزی، ج:۶، ص:۴۲۸، باب الحاء من اسمه الحسین، مؤسسة الرسالة بیروت، لبنان ۱۹۸۰ء

(۳) البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج:۸،ص:۲۱۴،داراحیاء اثرات العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ

واقعات کربلا کے حقائق کو سمجھنے کے لیے ہمیں امام حسین کو سمجھنا ضروری ہے۔اور حسین کو تاریخ سے نہیں حدیث سے سمجھا جاسکتا ہے۔آج کی علمی اور تحقیقی دور میں میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو حدیث اور تاریخ کا فرق سمجھانے کی زیادہ ضرورت ہے۔نبی پاک ﷺ کے فضائل ومناقب کی احادیث پر ردو قدح کرنے والے اگر بوسیدہ کھنڈرات، ناموافق حالات، مشتبہ مرویات اور شاہی محلات کے زیر سایہ لکھی جانے والی تاریخ پر ''امنا و صدقنا'' کی مہر لگائیں تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب ''مرج البحرین فی مناقب الحسنین'' کی اس فہرست پر نظر ڈالیں، انھوں نے معتبر کتب احادیث میں غواصی کے بعد نایاب موتیوں کے جو نگینے جڑیں ہیں وہ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشنے والے ہیں۔اس کی ایک ہلکی سی جھلک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔انشاء اللہ لذت وکیف اور ایمان کی تازگی کا ضرور احساس ہوگا۔

(۱) الحسن والحسین من اسماء الجنۃ حجبھما اللہ (حسن اور حسین جنت کے ناموں میں سے دونام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حجاب میں رکھا)

(۲) الحسن والحسین ھما ابنای (حسنین کریمین میرے بیٹے ہیں)

(۳) ان الحسن والحسین خیر الناس نسبا (حسنین کریمین لوگوں میں سے سب سے بہتر نسب والے ہیں)

(۴) الحسن والحسین ھما ریحانتامن الدنیا (حسنین کریمین ہی میرے گلشن دینا کے پھول ہیں)

(۵) الحسن والحسین کانا اشبہ بالنبی ﷺ (حسنین کریمین سراپا شبیہ مصطفی ﷺ تھے)

(۶) الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ (حسنین کریمین تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں)

(۷) الحسن والحسین طہر ھما اللہ تطھیرا (اللہ تعالیٰ نے حسنین کریمین کو کمال تطہیر کی شان عظیم سے نواز دیا)

(۸) من احب الحسن والحسین فقد احبہ اللہ (جس نے حسنین کریمین سے محبت کی اس سے اللہ نے محبت کی)

(۹) من ابغض الحسن والحسین ابغضہ اللہ (جس نے حسنین کریمین سے بغض رکھا وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہوگیا)

(۱۰) قال النبی ﷺ : اللھم عاد من عاد ھم ووال من والاھم (حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ جو ان سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے تو ان سے محبت رکھ)

(۱۱) النبی ﷺ حرب لمن حارب الحسن والحسین (جس نے حسن اور حسین سے جنگ کی اس سے حضور ﷺ نے اعلان جنگ فرمادیا)

(۱۲) کان یطیل النبی ﷺ السجود للحسن والحسین) حضور اکرم ﷺ حسنین کریمین کی خاطر سجدوں کو لمبا کرلیتے تھے)

(۱۳) اول من ید خل الجنۃ مع النبی ﷺ ھو الحسن والحسین (حضور کے ساتھ جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے وہ حسنین کریمین ہیں)

(۱۴) ذھب النبی ﷺ للمباھلۃ ومعہ الحسن والحسین (حضور ﷺ مباہلہ کے وقت حسنین کریمین کو اپنے ساتھ لے گیے)

قرآن جنہیں جملہ طہارت و پاکیزگی کی سند عطا فرمائے ''انما یرید اللہ لیذ ھب عنکم الرّجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا''

(الاحزاب:۳۳) اللہ نبی کو غلغلۂ توحید اور خدمت دین کے عوض امتیوں سے جن کی محبت مانگنے کا حکم دے۔ ''قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودّۃ فی القربیٰ ''(الشوریٰ:۲۳) عیسائیوں سے مباھلہ کے لیے اللہ کے حکم فقل تعالوا ندعوا ابناء ناوابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل (آل عمران:۶۱) پر رسول اللہ ﷺ نے جن نفوس قدسیہ کا انتخاب کیا ہو۔اور نبی پاک گمرہی سے بچنے کے لیے قران کے ساتھ جن کے دامن کو مضبوطی کیؤ ساتھ تھامنے کا حکم فرمائیں ''انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ''(رواہ الترمذی) قدرت جن کی ولادت سے سن شعور تک ہر مقام پر رہنمائی کرتی ہو۔رحمت خداوندی نے جسے اپنی خاص چادر میں ڈھانپ رکھا ہو۔اللہ ورسول کا خاص کرم جس کے شامل حال ہو۔کیا ممکن ہے کہ وہ امتحان و آزمائش کے موقع پر ٹوٹ جائے اور یزید جیسے فرعون وقت کے جبر کے آگے سپر ڈال دے؟ حسین اعظم کی سیرت سے اگر ''سرداد نہ داد دست دردست یزید'' کا تابناک پہلو نکال دیا جائے تو سیرت کے سارے گوشے تاریک ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بغض اہل بیت کے امراض خبیثہ میں مبتلا اذہان وافکار نے ان تمام قرآنی آیات واحادیث سے صرف نظر کرلیا ہے۔اور یزیدیت کی سربلندی کے لیے ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں۔لیکن ؎

زمانہ ہوگیا باغ محبت کی تباہی کو ابھی تک ہیں وہیں گل کاریاں خون شہیداں کی

امید کہ اتنی وضاحت شعور وخرد کی تشفی کے لیے کافی،عقیدت مندوں کی خلجان کی دوری اوران کی راحت جاں کا سامان ہوگی۔فاضل مراسلہ نگار کی نظروں سے بھی اگر یہ گذرے تو ہم یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر اس حقیقی اور پاکیزہ افکار کو قبول کرنے میں وسعت ظرف سے کام لیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اور آل نبی کی محبت میں زندگی اور موت دے۔آمین